۲۷ رمضان المبارک ۱۴۴۶ھ / 28 مارچ 2025ء

رَمَضَان کے

الوداعی لمحات

اور

جواب دہی میں آسانی والے احساسات

مجلسِ علماءِ نظامیہ پاکستان مرکزی دفتر جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ لاہور

042-37374429 0315-7374429 munpk7374429@gmail.com

مجلس علماء نظامیہ پاکستان Join our channel
مجلس علماء نظامیہ پاکستان Follow our Account
Jamia Nizamia Rizvia Like our Page
Jamia Nizamia Rizvia Like our Page
You Tube Jamia Nizamia Rizvia Subscribe our channel

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ، أَمَّا بَعۡدُ فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ

فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ o عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o [الحجر 15:92،93]

جس شخص کے ذِمّے کوئی کام ہو وہ ذمّہ داری دینے والے کو اپنے کام کے حوالے سے جواب دہ (Responsible) ہوتا ہے اور باز پُرس کی فکر اُسے اپنے کام میں کوتاہی سے روکتی ہے، جیسے ملازمین نے اپنے افسران کو حساب کتاب دینا ہوتا ہے تو اُنھیں دھیان رکھنا پڑتا ہے کہ کام کی انجام دہی میں ایسی خامی نہ رہ جائے جس کی وجہ سے احتساب (Accountability) میں مشکل ہو۔

خالقِ کائنات جلّ مجدہٗ کی عظمت وشان ہے کہ وہ جو چاہے کرے، اُس سے کوئی بھی پوچھنے والا نہیں؛ کیونکہ وہ مالکِ حقیقی ہے، جسے چاہے عزّت دے اور جسے چاہے ذلّت میں مبتلا کرے، جسے چاہے سعادت سے نوازے اور جسے چاہے بدبخت کر دے، جسے چاہے روزی میں وُسعت عطا کرے اور جس کا چاہے رزق تنگ فرمادے... وہ سب کا حاکم ہے، اُس پر کوئی بھی حاکم نہیں جو اُس سے پوچھ سکے۔ مخلوق کوئی بھی ہو، وہ ضرور جواب دہ ہے۔ اگر انسان ایسے اعلیٰ عہدے پر فائز ہو کہ لوگوں میں اُس سے جواب طلبی کرنے والا کوئی نہ ہو تب بھی وہ ربّ تعالیٰ کے حضور ضرور جواب دہ ہے۔

ارشادِ باری تعالیٰ ہے: لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ۔ ”اللہ سے اُن کاموں کے متعلق نہیں پوچھا جاسکتا جو وہ کرتا ہے اور اُن سب سے باز پُرس کی جائے گی۔“ [الانبیاء 21:23]

ایک اور مقام پر ارشاد ہے: فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ o عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ o ”اے حبیب، آپ کے ربّ کی قسم! ہم ضرور اُن سب سے جواب طلب کریں گے o اُن تمام کاموں سے متعلق جو وہ کرتے تھے۔“ [الحجر 15:92،93]

کسی بھی جواب دہ کو سب سے زیادہ فکر اُس وقت لاحق ہوتی ہے جب اُس کا کام مکمّل ہونے کے قریب ہوتا ہے؛ کیونکہ اب کام کے نتائج واثرات سامنے آنے والے ہوتے ہیں، جن کی بنیاد پر اُس پر باز پُرس ہوتی ہے۔

ربّ تعالیٰ نے ماہِ رمضان المبارک عطا فرما کر ہم پر احسان فرمایا اور اُس میں نمازیں، روزے اور دیگر کچھ کام ہمارے ذمّے لگا کر اُن کے حوالے سے ہمیں جواب دہ بنایا۔ آج 1446ھ کے رمضانِ کریم کا آخری جمعہ مبارک ہے، چنانچہ فکر ہونی چاہیے کہ ہم نے اِس رمضان میں کیا کھویا اور کیا پایا؛ کیونکہ اِس حوالے سے ہمیں پوچھا جائے گا۔

رمضان المبارک کے حوالے سے احساسِ جواب دہی زیادہ ضروری ہے؛ کیونکہ نبیِ کریم ﷺ نے جہاں رمضان کی قدر کرنے والوں کو خوش خبریاں دی ہیں وہاں اِس میں محروم رہ جانے والوں کے لیے سخت وعید بھی بیان فرمائی ہے۔

آج کے خطبہ میں چند ایسے اُمور کا تذکرہ کیا جائے گا جنھیں اختیار کرنے سے کرم نوازی اور جواب دہی میں سہولت ہوگی۔

کوتاہی پر ندامت

رمضان المبارک میں اعمالِ صالحہ کے حوالے سے لوگوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں: کچھ خوش نصیب اللہ تعالیٰ کی توفیق سے شریعت کے احکام پر دل جمعی کے ساتھ عمل کرتے ہیں... جب کہ ایک بڑی تعداد سُستی ونالائقی کا مُظاہرہ کرنے والوں کی بھی ہوتی ہے۔ جمعۃ الوداع کے موقع پر یہ بات نہایت ضروری ہے کہ اگر ہم سے ربِّ کریم کے احکام پر عمل کرنے میں کوتاہی ہوئی ہے تو اُس پر دل سے شرمندہ ہوں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگیں۔

جن حضرات نے فرض روزوں کے حوالے سے سستی کی، شرعی عذر کے بغیر ایک روزہ بھی چھوڑا، اُنھیں غور کرنا چاہیے کہ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا: مَنْ أَفْطَرَ يَوْمًا مِّنْ رَّمَضَانَ فِيْ غَيْرِ رُخْصَةٍ رَّخَّصَهَا اللهُ لَهُ لَمْ يَقْضِ عَنْهُ صِيَامُ الدَّهْرِ ۔ یعنی "جو شخص اللہ تعالیٰ کی رُخصت (شرعی عذر) کے بغیر رمضان کے ایک دن کا روزہ چھوڑے وہ عمر بھر بھی روزے رکھے تو رمضان کے روزے کا ثواب حاصل نہیں کر سکے گا۔"[1] (سنن ابوداؤد، حدیث: 2396۔ ترجمہ ماخوذ از مرقاۃ ومرآۃ)

جو لوگ ماہِ مقدس میں فرض نمازوں کی پابندی نہیں کر سکے اُنھیں غور کرنا چاہیے کہ ربّ کریم فرماتا ہے: فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ o الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ... "اُن نمازیوں کے لیے تباہی ہے جو اپنی نماز سے غافل ہیں..." [الماعون 107:4،5] آیاتِ کریمہ میں منافقوں کو وعید سنائی گئی، مگر یہ اُن مسلمانوں کو بھی جھنجوڑتی ہیں جو منافقوں کی طرح "نماز سے غفلت" کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ مثلاً:

- پابندی سے نہیں پڑھتے: کبھی پڑھ لی اور کبھی چھوڑ دی... یا کچھ پڑھ لیں اور کچھ چھوڑ دیں۔
- وقتِ مقرّر پر ادا نہیں کرتے: کبھی مستحب وقت میں، کبھی وقتِ جواز میں... کبھی کراہت والی ساعت میں اور کبھی قضا کر کے۔
- فرائض وواجبات کو پورا نہیں کرتے: نماز کے تفصیلی احکام سیکھتے ہی نہیں یا اُن کی پابندی نہیں کرتے، اتنی جلدی میں یا سستی سے نماز پڑھتے ہیں کہ کچھ فرائض یا واجبات چھوٹ جاتے ہیں۔
- باجماعت نہیں پڑھتے: مَرد حضرات پر شرائط موجود ہونے کی صورت میں باجماعت نماز ادا کرنا واجب ہے اور شرعی وجہ کے بغیر جماعت کو چھوڑنا گناہ ہے... مگر وہ لوگ جماعت کی پابندی نہیں کرتے، کبھی جماعت کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں اور کبھی بلاوجہ اکیلے۔

چنانچہ اگر نماز کی پابندی، زکوٰۃ کی ادائیگی یا دیگر شرعی احکام میں کوتاہی ہوئی ہے تو رمضانِ کریم کے آخری لمحات کو غنیمت سمجھتے ہوئے اپنے تمام گناہوں سے توبہ کرنی چاہیے؛ کہ ایک لمحہ کے لیے بھی جہنم کا عذاب برداشت کرنا کسی کے بس میں نہیں۔

---

[1] أخرجه أحمد (470/2، رقم: 10082)، والترمذي (101/3، رقم: 723)، وابن ماجه (535/1، رقم: 1672)، وإسناده ضعيف۔ وهو مروي عن سيدنا ابن مسعود رضي الله عنه موقوفًا، ورجاله ثقات، قاله الهيثمي في مجمع الزوائد، ج:3، ص:168، رقم: 4979

عمل کی حفاظت

شیطان انسان کا بدترین دشمن ہے۔ اوّلاً تو وہ انسان کو سُستی دلاتا ہے اور عمل سے غافل کرنے کی کوشش کرتا ہے، پھر اگر بندہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے شریعت پر عمل کرے اور اعمالِ صالحہ بجالائے تو وہ کوشش کرتا ہے کہ انسان کو رِیاکاری اور خود پسندی وغیرہ میں مبتلا کر دے؛ تاکہ اِن آفتوں کی وجہ سے عمل کرنے کے باوجود انسان اِنعام وثواب حاصل نہ کر پائے۔

چنانچہ جن حضرات نے رمضانِ کریم میں توفیقِ خداوندی سے اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مکرّم ﷺ کے احکام پر عمل کیا.... روزے رکھے، تراویح پڑھیں، تلاوت وسماعتِ قرآنِ حکیم کا شرف پایا، زکوٰۃ وصدقات کی برکتیں سمیٹیں اور دیگر شرعی تقاضوں کو پورا کیا اُنھیں چاہیے کہ اللہ تعالیٰ سے مدد مانگیں، شیطانی چالوں سے دُور رہیں اور دو باتوں کا خصوصی اہتمام کریں:

1) خود کو نِفاق ورِیاکاری سے بچاتے ہوئے فقط اللہ تعالیٰ کی رِضا کے طلب گار بنیں اور اُخروی اجر وانعام کی تمنّا رکھیں۔ کسی بھی طرح کے دُنیاوی مفاد یا لوگوں کی طرف سے داد وتحسین کی چاہت نہ رکھیں۔

2) اعمالِ صالحہ کی توفیق کو محض اللہ تعالیٰ کا فضل واحسان سمجھیں اور دل میں یہ خیال ہرگز نہ بیٹھنے دیں کہ اچھے کاموں کو بجالانے میں ہماری کسی خوبی یا فضلِ خداوندی کے علاوہ کسی چیز کا کوئی دخل ہے۔

اگر خدانخواستہ شیطان کا وار کامیاب ہوا اور انسان نِفاق ورِیاکاری یا خود پسندی میں مبتلا ہو گیا تو معاذ اللہ محنت ومشقّت سے کام کرنے کے باوجود اجر وثواب کے بجائے عذاب وسزا کا حق دار ٹھہرے گا۔

رِیاکاری کا انجام: سیدنا ابو عبد اللہ جُنْدُب بَجَلی اور سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے روایت ہے کہ سیدِ عالم ﷺ نے فرمایا: مَنْ سَمَّعَ سَمَّعَ اللّٰهُ بِهٖ، وَمَنْ يُّرَائِيْ يُرَائِي اللّٰهُ بِهٖ۔ ایک مفہوم یہ ہے کہ "جو اِس لیے عمل کرے کہ شہرت ہو گی / لوگ سن کر تعریف کریں گے تو اللہ تعالیٰ اُسے ذلیل ورُسوا کرتے ہوئے مشہور کروادے گا کہ یہ شہرت کا طلب گار ہے... اور جو لوگوں کو دکھانے کے لیے عمل کرے اللہ تعالیٰ اُس کے بارے میں دکھادے گا کہ یہ رِیاکار ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث:6499۔ صحیح مسلم، حدیث:2986)

رِیاکار کے نقصان کو مثال کے ذریعے یوں سمجھیے کہ اگر کسی شخص کے پاس کروڑوں کی مالیت کا نایاب موتی ہو اور وہ اپنی نالائقی کی وجہ سے اُسے کوڑیوں کے بھاؤ / نہایت سستا بیچ دے تو یقیناً اُس بندے نے اپنا بہت بڑا نقصان کیا اور اُسے احمق قرار دیا جائے گا۔ یوں ہی جو شخص اچھا عمل کرتا ہے، اگر اُس کی نیت اچھی ہو... فقط اپنے ربِّ کریم کی رضا چاہے، خالقِ کائنات کی تعظیم اور اُس کے حکم پر عمل کا قصد کرے تو وہ اپنے اِس عمل کے ذریعے اللہ تعالیٰ کو راضی کر سکتا ہے اور یہ دُنیا وآخرت کی تمام سعادتوں سے بڑھ کر ہے، پھر مالکِ کریم راضی ہو جائے تو وہ اپنی رحمت سے دُنیا وآخرت کی بھلائیاں اور جنّت کی وہ نعمتیں عطا فرمائے جن کا انسان تصوُّر بھی نہیں کر سکتا! لیکن اگر بندے کی نیت اچھی نہ ہو... وہ اپنے نیک عمل کے ذریعے کوئی دُنیاوی مفاد حاصل کرنا چاہے، مال جمع کرنے کا بھوکا ہو، شہرت کا طلب گار

ہو، لوگوں سے داد و تحسین حاصل کرنے کا قصد کرے تو اِس سے بڑا بے وقوف اور نقصان اُٹھانے والا کون ہو گا، جس نے اپنے نیک عمل کے ذریعے "رضائے اِلٰہی" کے بجائے "گھٹیا دُنیا" پانے کی کوشش کی!

یہ بات بھی ذہن نشین ہونی چاہیے کہ دُنیا کے پجاری کو دُنیا بھی تو اُتنی ہی ملتی ہے جتنی ربِّ کریم چاہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ۔ "جو دُنیا کا انعام چاہے تو دُنیا و آخرت دونوں کا انعام اللہ ہی کے پاس ہے اور اللہ ہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔" [النساء4:134] یعنی جب سب کچھ اللہ کے پاس ہے تو انسان کو اُس کی رضا کا طلب گار بننا چاہیے، فقط دُنیا مانگنے اور چاہنے والے کی سوچ بہت گھٹیا ہے۔

خود پسندی کا انجام: رِیاکاری کی طرح "خود پسندی" بھی اجر و ثواب ضائع ہونے اور دُنیا و آخرت کے نقصان کا باعث بنتی ہے۔ خود پسندی کا مطلب ہے کہ انسان اپنے نیک عمل یا کسی بھی خوبی کو اللہ تعالیٰ کا احسان قرار دینے کے بجائے اُسے اپنا کمال سمجھے۔

سیدنا ابوہُریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ارشادِ نبوی کا خلاصہ ہے کہ "تین خوبیاں ایسی ہیں کہ جسے نصیب ہو جائیں وہ اُن کی برکت سے نَجات پائے گا اور تین باتیں ایسی ہیں جو اُن میں مبتلا ہو وہ اُن کے سبب تباہ ہو جائے گا۔" آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسبابِ ہلاکت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

1) فَهَوًى مُّتَّبَعٌ ۔ "وہ خواہش جس کی پیروی کی جائے (انسان نفسانی خواہشات کے پیچھے پڑ جائے اور شریعت کے احکام کی پرواہ کیے بغیر جو دل میں آئے وہ کرنے لگے)۔"

2) وَشُحٌّ مُّطَاعٌ ۔ "اور وہ بخل جس کی اِطاعت کی جائے (انسان لالچی و کنجوس بن کر دوسروں کا مال ناحق کھائے اور اپنے ذمّے لازم حقوق ادا نہ کرے)۔"

3) وَإِعْجَابُ الْمَرْءِ بِنَفْسِهِ، وَهِيَ أَشَدُّهُنَّ ۔ "اور خود پسندی، یہ (تینوں آفتوں میں) سب سے سخت ہے۔"

(شعب الإيمان، رقم الحديث: 6865، ورواه الطبراني في المعجم الأوسط عن أنس بن مالك مرفوعا، برقم: 5452، حسن لغيره)

خود پسندی سے بچنے کے لیے ایک بات پر غور کرنا چاہیے! کوئی عظیم الشان بادشاہ ہو، بڑے بڑے رئیس اُس کے دربار میں ہاتھ باندھے حاضر ہوں، وڈیرے لوگ اُس کی ایک مسکراہٹ کے لیے قربان ہونے کو تیار ہوں، وہ کسی دیہاتی شخص کو اپنے پاس بلائے اور اُس کی عزت افزائی کرے تو یہ اُس کا احسان ہو گا، اب اگر یہ دیہاتی خود پسندی میں مبتلا ہو جائے اور اِس عزت افزائی کو بادشاہ کا احسان سمجھنے کے بجائے اپنی خوبی جانے تو اُسے احمق کہا جائے گا۔ ربّ العالمین وہ بادشاہ ہے کہ زمین و آسمان کی ہر شے اُس کی پاکی و حمد بیان کرتی ہے اور اُن میں اُس کے حکم کے خلاف کرنے کی جرأت نہیں، اُس کے حضور جبریلِ امین سمیت جلیل القدر فرشتے علیہم السلام سر جھکاتے ہیں اور سید العالمین صلی اللہ علیہ وسلم سمیت انبیائے کرام علیہم الصلوات والتسلیمات اُس کی بندگی کرتے ہیں، وہ ہمارے جیسے گناہ گار پر احسان کرتے ہوئے کسی نیک عمل کی توفیق دے یا علم وغیرہ کسی فضیلت سے نوازے، اب اگر ہم اِسے اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان سمجھنے کے بجائے اپنی خوبی قرار دیں تو ہم سے بڑا نالائق اور بے وقوف کون ہو گا!

اصلاحِ قلب کی اہمیت

وداعِ رمضان المبارک کے موقع پر خود کو رِیاکاری اور خود پسندی سے بچانے کی طرف توجّہ کرنا اِس لیے ضروری ہے کہ اگر عمل کی مقدار کم ہو، مگر اُس کے ساتھ اخلاص اور عاجزی نصیب رہے تو وہ بھی بہت ہے اور قبولیت کی اُمّید ہے... اِس کے برعکس اعمال کی کثرت ہو، لیکن نیت اور دل کی کیفیت اچھی نہ ہو تو سخت خطرہ ہے کہ اُنھیں ردّ کر دیا جائے۔

ربّ کی نگاہِ رحمت: سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ شافعِ محشر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: إِنَّ اللهَ لَا يَنْظُرُ إِلٰى صُوَرِكُمْ وَأَمْوَالِكُمْ وَلٰكِنْ يَّنْظُرُ إِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ۔ ''اللہ تعالیٰ کی نظرِ رحمت تمہاری صورتوں اور مالوں کی طرف نہیں ہوتی (اُس کی بارگاہ میں قبولیت حُسنِ صورت یا مال کی کثرت سے نہیں ہوتی)، اُس کی نگاہِ رحمت تو تمہارے دلوں اور اعمال کی طرف ہوتی ہے (وہ پاکیزہ دلوں اور اچھے اعمال سے خوش ہوتا ہے اور اِن کی برکت سے کرم فرماتا ہے)۔'' (صحیح مسلم، حدیث:2564)

ذریعۂ قُرب: حضرت بایزید / ابویزید طیفور بن عیسٰی بَسطامی علیہ الرحمہ (م:۲۶۱ھ / 874ء) حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ کے مشائخ سے ہیں۔ آپ سے مروی ہے کہ مَیں نے کئی سال عبادت میں صَرف کیے۔ مجھے ندا فرمائی گئی: خَزَائِنُنَا مَمْلُوْءَةٌ مِّنَ الْخِدْمَةِ، فَإِنْ أَرَدْتَّنَا فَعَلَيْكَ بِالذِّلَّةِ وَالْإِفْتِقَارِ۔ یعنی بایزید! ہمارے خزانوں میں عبادت و خدمت کی کوئی کمی نہیں (ہمیں ضرورت نہیں ہے کہ مخلوق زیادہ سے زیادہ عبادت کرے، ہماری بندگی تو زمین و آسمان اور اُن میں موجود تمام مخلوق کرتی ہے)، اگر ہمارا قُرب چاہتے ہو تو اپنے دل میں عاجزی پیدا کرو اور خود کو ہمارا محتاج سمجھو (کیونکہ ہماری نگاہِ کرم دل کی طرف ہوتی ہے)۔

(حلیۃ الأولیاء لأبی نعیم، ج:10، ص:40، مطبعۃ السعادۃ، منہاج العابدین للغزالی، العقبۃ السادسۃ، ص:238، مکتبۃ المدینہ)

محبوبانِ خدا کی کیفیت: حضرت عَطاء سُلَیمی علیہ الرحمہ کپڑا بُنتے تھے، (پہلے کپڑا ہاتھوں سے بُنا جاتا تھا) ایک مرتبہ آپ نے کپڑا تیار کیا اور اُسے فروخت کرنے کے لیے بزّاز (کپڑے کے تاجر) کے پاس لے گئے، تاجر نے اُس کی زیادہ قیمت نہیں لگائی اور کہا: اِس کپڑے میں فلاں فلاں خامی ہے۔ یہ سُن کر آپ کی کیفیت بدل گئی اور زار و قطار رونے لگے۔ تاجر نے سمجھا کہ آپ کپڑے کی اچھی قیمت نہ ملنے کی وجہ سے پھوٹ پھوٹ کر رو رہے ہیں، اُس نے معذرت کی اور منہ مانگی رقم دینے کے لیے تیار ہو گیا۔ حضرت عطاء علیہ الرحمہ نے فرمایا: میری آنکھوں میں آنسو کپڑے کی وجہ سے نہیں ہیں، بات دراصل کچھ اور ہے۔ پھر فرمایا: مَیں کپڑا بُننے کا فن جانتا ہوں اور مَیں نے پوری کوشش سے کپڑا تیار کیا ہے، اِس کے باوُجود جب کپڑے کے ماہِر نے دیکھا تو کچھ نہ کچھ عیب نکل ہی آئے۔ میرے ذہن میں آیا کہ کل جب ہمارے اعمال اُس ربّ کے حضور پیش ہوں گے جو خبیر و بصیر ہے، جس کی نگاہِ قُدرت سے معمولی چیز بھی مخفی نہیں، نہ جانے تب ہمارے اعمال کے کتنے عیب ظاہر ہوں گے (اور اگر اُس نے عیبوں / کوتاہیوں سے درگزر نہ فرمایا تو کیا بنے گا)!

(منہاج العابدین للغزالی، العقبۃ السادسۃ، فصل فی دقۃ عقبۃ القوادح، ص:233، مکتبۃ المدینہ)

اچھا اختتام

ماہِ پُرنور کے حوالے سے جواب دہی میں آسانی کے لیے یہ بات بھی اہم ہے کہ ماہِ مبارک کا اختتام اچھے انداز سے کرنا چاہیے؛ تاکہ اگر مہینہ بھر نیکیاں کی ہیں تو اُن کے اجر وانعام میں اِضافہ ہو اور خدانخواستہ کوتاہیاں ہوئی ہیں تو اُن کی معافی مل جائے۔

"اچھے اختتام" سے مراد یہ ہے کہ مبارک مہینے کے آخری لمحات میں، پھر شبِ عید اور روزِ عید میں خوب عبادت کا اہتمام کیا جائے... گناہوں اور فضول کاموں میں ٹائم ضائع کرنے کے بجائے زیادہ وقت نوافل،[1] تلاوتِ قرآنِ حکیم، ذکرِ الٰہی، دُرودِ پاک اور دیگر اچھے کاموں میں گزارا جائے۔

اچھے اختتام کی اہمیت: دینِ اسلام تربیت فرماتا ہے کہ انسان کوئی بھی کام کرے تو اُسے چاہیے کہ اچھے طریقے سے کرے اور بہتر انداز سے پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔

اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدّیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ محبوبِ ربِّ اکبر ﷺ نے فرمایا: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ أَحَدُكُمْ عَمَلًا أَنْ يُتْقِنَهُ۔[2] یعنی "اللہ تعالیٰ کو یہ پسند ہے کہ تم جب کوئی عمل کرو تو اُسے اچھے طریقے سے کرو اور مکمّل کرو!"

(شعب الایمان، ج:7، ص:233، رقم:4930۔ مسند ابو یعلیٰ، ج:7، ص:349، رقم:4386، حسن لغیرہٖ)

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے رحمتِ کونین ﷺ سے روایت کیا: وَإِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيمِ۔ "اعمال کا اعتبار صِرف انجام سے ہے۔" (صحیح بخاری، حدیث:6607) زندگی کا خاتمہ ایمان پر ہو تو بارگاہِ الٰہی سے رحمت کی پختہ اُمّید ہوتی ہے، یوں ہی دیگر اعمال کا اختتام بھی اچھا کرنے کی بھرپور کوشش کرنی چاہیے؛ تاکہ پہلے کوتاہی کی ہو تو اُس کا ازالہ ہو جائے۔

سرورِ عالم ﷺ نے تربیت فرمائی ہے کہ ہر مجلس / نشست کا اختتام اللہ تعالیٰ کی تسبیح وتحمید، توحید کی گواہی اور استغفار پر ہونا چاہیے، اِس کی برکت سے اُس نشست میں ہونے والی خطاؤں کی معافی مل جاتی ہے۔[3]

---

[1] اگر کسی شخص کے ذمے میں نمازوں کی قضا باقی ہو تو اُسے سب سے پہلے قضا کا اہتمام کرنا چاہیے۔

[2] وفی روایۃ: إِنَّ اللهَ يُحِبُّ إِذَا عَمِلَ الْعَبْدُ عَمَلًا أَنْ يُحْكِمَهُ۔ (المصاحف لابن أبی داؤد، ص:344، الفاروق الحدیثیۃ للطباعۃ والنشر) وفی روایۃ عن كُلَيْبٍ الْجَرْمِيِّ مرفوعًا: «يُحِبُّ اللهُ لِلْعَامِلِ إِذَا عَمِلَ أَنْ يُحْسِنَ۔ (المعجم الکبیر، ج:19، ص:199، رقم:448) وذکر ابن الحاج فی "المدخل" بلا سند: قَالُوا يَا رَسُولَ اللهِ! وَمَا إِتْقَانُهُ؟ قَالَ: يُخْلِصُهُ مِنَ الرِّيَاءِ وَالْبِدْعَةِ۔ (ج:1، ص:306)

[3] عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صلى الله عليه وسلم: مَنْ جَلَسَ فِي مَجْلِسٍ فَكَثُرَ فِيهِ لَغَطُهُ، فَقَالَ قَبْلَ أَنْ يَقُومَ مِنْ مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ: سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ، أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا أَنْتَ أَسْتَغْفِرُكَ وَأَتُوبُ إِلَيْكَ، إِلَّا غُفِرَ لَهُ مَا كَانَ فِي مَجْلِسِهِ ذٰلِكَ۔

(سنن الترمذی، رقم الحدیث:3433، ورواہ أبو داود فی سننہ عن أبی برزۃ الأسلمی مرفوعًا، رقم الحدیث:4859)

نبوی معمول: اِس بات سے بھی رمضانِ کریم کا اختتام اچھا کرنے کی تربیت ملتی ہے کہ آخری عشرہ میں سرورِ عالَم ﷺ کا ذوقِ عبادت مزید جوبن پر آجاتا تھا، آپ ﷺ اعتکاف اور دیگر اطاعتوں کا خوب اہتمام فرماتے۔

اُمّ المؤمنین سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: كَانَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْأَوَاخِرِ مَا لَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ۔ یعنی "رسول اللہ ﷺ رمضان کے آخری عشرہ میں دیگر ایّام سے زیادہ عبادت کی کوشش فرماتے تھے۔" (صحیح مسلم، حدیث:1175)

شبِ عید اور نبوی تعلیمات: رمضان المبارک کے "اچھے اختتام" سے متعلق یہ بات بھی اہم ہے کہ شبِ عید / چاند رات کو نیکی کے کاموں میں گزارنا چاہیے۔

سیدنا ابو اُمامہ صُدَیّ باہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مرفوعاً روایت کیا: مَنْ قَامَ لَيْلَتَيِ الْعِيْدَيْنِ مُحْتَسِبًا لِلّٰهِ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوْتُ الْقُلُوْبُ۔ یعنی "جو مسلمان ثواب کا طلب گار بن کر عید الفطر اور عید الاضحیٰ کی راتوں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت میں گزارے، اُس کا دل نہیں مرے گا (ایمان سے محروم نہیں ہوگا)، جب لوگوں کے دل مَر جائیں گے۔"

(رواہ ابن ماجۃ فی سننہ بسند ضعیف، رقم الحدیث: 1782)

روایت کے مطابق شبِ عید / چاند رات کا نام لَيْلَةُ الْجَائِزَةِ (بارگاہِ الٰہی سے انعام اور عیدی ملنے کی رات) ہے۔[1]

اِنعام اور عیدی کی اہمیّت ہم سب جانتے ہیں... ہر چھوٹے کو بڑوں سے عیدی کی اُمّید ہوتی ہے... ربّ تعالیٰ کی تو شان ہی یہ ہے کہ سب اُس کی بارگاہ کے سوالی ہیں اور اُس سے رحمت کی بھیک مانگنے والے ہیں... تو کتنی خوش نصیبی کی بات ہے کہ اِس مبارک رات میں ربّ تعالیٰ اپنے بندوں کو نوازنے کے لیے اُنھیں انعام عطا فرماتا ہے۔

پھر ہر ایک اپنی حیثیت اور بساط کے مطابق عیدی دیتا ہے... کوئی دہائیوں میں، کوئی سینکڑوں میں اور کوئی ہزاروں میں... ربّ تعالیٰ بھی اپنی شان کے مطابق کرم فرماتا ہے، روایت کے مطابق رمضان المبارک کی آخری رات میں سب کی بخشش فرما دیتا ہے۔[2]

لمحۂ فکریہ: ہمارے دَور کی عمومی صورتِ حال یہ ہے کہ رمضان المبارک کے آخری ایّام کو عید کی خریداری / شاپنگ، گھروں کی صفائی ستھرائی اور دیگر تیاریوں میں گزار دیا جاتا ہے... چاند رات کو کھیل کود کی رات سمجھا جاتا ہے، بے شمار لوگ گناہوں کے کاموں میں مبتلا ہو جاتے ہیں، حالانکہ یہ سبھی اوقات نہایت مبارک ہیں اور اِن میں نیکیوں کا خوب اہتمام کرنا چاہیے۔

---

[1] فَإِذَا كَانَتْ لَيْلَةُ الْفِطْرِ سُمِّيَتْ تِلْكَ اللَّيْلَةُ لَيْلَةَ الْجَائِزَةِ۔ (شعب الایمان، حدیث:3421)

[2] روى البيهقي عن جابر رضي الله عنه مرفوعا: فَإِنَّهُ إِذَا كَانَ آخِرُ لَيْلَةٍ غَفَرَ لَهُمْ جَمِيعًا... (فضائل الأوقات، رقم الحدیث:36۔ ورواه ابن عساكر أيضا في "فضل شهر رمضان"، رقم الحديث:8۔ وذكره البيهقي في "شعب الإيمان" عن أبي هريرة مرفوعا، برقم:3331)

حرفِ آخر: اِحساسِ جواب دہی اور صدقۂ فطر کی ادائیگی

احساسِ جواب دہی (Sense of responsibility) ایسی چیز ہے جس کے ذریعے انسان کے عمل میں حُسن و نکھار آتا ہے۔ دُنیاوی ذمّہ داری ہو یا دینی... اگر انسان کو یہ فکر نہ ہو کہ مجھ سے باز پُرس ہو گی تو وہ اپنا کام لاپرواہی سے کرتا ہے، جب کہ احتساب کا خوف ہو تو اپنے فرائض کو اچھے طریقے سے انجام دیتا ہے۔

قرآن و سنّت میں جابجا تاکید فرمائی گئی ہے کہ انسان کو ہمیشہ یہ بات اپنے پیشِ نظر رکھنی چاہیے کہ ایک روز احکم الحاکمین جلّ مجدہٗ کے حضور پیش ہونا ہے اور اپنے اعمال کے بارے میں جواب دینا ہے۔ صحابۂ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم میں یہ احساس بیدار تھا تو اُن کے افعال بھی قابلِ رشک و لائقِ تقلید تھے، آج ہمیں جواب دہی کی فکر نہیں تو ہمارے کرتوت بھی ایسے ہیں کہ اُن کا ذکر کرنا مناسب ہی نہیں۔

آج 1446ھ کے رمضان المبارک کا آخری جمعہ شریف ہے، رحمت کی بارش چھما چھم برس رہی ہے اور ہر گھڑی میں لاکھوں مسلمان جہنم سے آزاد ہو رہے ہیں۔ اگر ہمارے اندر یہ شعور بیدار ہو جائے کہ روزِ قیامت ہم نے اِس رمضان میں کیے ہوئے کاموں سے متعلق جواب دینا ہے تو اِن شاء اللہ توفیقِ الٰہی سے ہم رمضان کے اِن آخری لمحات سے فائدہ اُٹھا کر اپنی بخشش کا سامان کر سکتے ہیں۔

آج کے خطبہ کا خلاصہ یہ ہے کہ ماہِ پُر نور کے حوالے سے جواب دہی میں آسانی کے لیے چند باتوں کا اہتمام کرنا چاہیے:

1) احکامِ الٰہی کی بجا آوری میں جو سُستی ہوئی اُس پر صدقِ دل سے توبہ کریں اور اپنے ربِّ کریم سے عہد کریں کہ آئندہ شریعتِ مطہرہ پر عمل میں کوتاہی نہیں کریں گے۔

2) جو کارہائے خیر انجام دیے ہیں اُن کے حوالے سے ریاکاری اور خود پسندی سے بچیں۔ اعمالِ صالحہ پر فقط رِضائے الٰہی کے طلب گار بنیں اور ذہن میں بٹھائیں کہ اِن میں ہمارا کوئی کمال نہیں، یہ سب کچھ محض اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے۔

3) رمضان المبارک کے اختتامی لمحات، پھر شبِ عید اور یومِ عید کو فرماں برداری کے کاموں میں گزاریں۔ اِن بابرکت اوقات کو فضول یا گناہ کے کاموں میں گزارنا بڑی نالائقی ہے۔

جواب دہی کے اِحساس کی بات کرتے ہوئے غزّہ کے حالات پر دل خون کے آنسو روتا ہے۔ اگر اُمّت میں یہ احساس ہوتا کہ روزِ قیامت ہم سے جواب طلبی ہو گی کہ فلسطین میں بیت المقدس کی حفاظت کی خاطر میدان میں ڈٹے 50,000 ہزار مسلمانوں کو شہید کیا گیا، تم نے اِس حوالے سے کیا کیا؟ اربابِ اختیار سے پوچھا جائے گا کہ تمہاری فوجیں میدان میں کیوں نہ آئیں؟ ہم سے کم از کم یہ باز پُرس تو ہو گی کہ اِس ظلم کے خلاف آواز بلند کرنے، ظالموں کا بائیکاٹ کرنے اور مسلمان کے حق میں دعائے خیر کے حوالے سے تمہارا کیا کردار تھا؟ اگر جواب طلبی کا یہ شعور ہمارے دلوں میں جاگزیں ہوتا تو غزّہ میں یہ حالات نہ ہوتے!

صدقۂ فطر کے احکام

جمعۃ الوداع کے موقع پر صدقۂ فطر کی طرف توجہ بھی ضروری ہے؛ تاکہ اِس کی ادائیگی میں تاخیر نہ ہو۔

سیدنا عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں: فَرَضَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ زَكٰوةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِّلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَطُعْمَةً لِّلْمَسَاكِيْنِ... یعنی رسول اللہ ﷺ نے صدقۂ فطر مقرر فرمایا؛ تاکہ اس کی برکت سے روزہ دار کا روزہ لغو اور فحش و بے ہودہ کلام سے پاک ہو جائے اور مساکین کے لیے کھانے کا انتظام ہو جائے۔ (سنن ابو داؤد، حدیث: 1609)

کس پر واجب ہے؟ وہ مسلمان جو عید کی صبح بنیادی ضروریاتِ زندگی[1] اور قرض کے علاوہ 52.5 تولے (612.36 گرام) چاندی یا اِس کی قیمت کے برابر نقدی (Cash) یا سامان وغیرہ کا مکمل طور پر مالک (Owner) ہو اُس پر صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

نوٹ: حکومتِ پاکستان نے 2025ء/1446ھ کے لیے نصاب 179,689 (تقریباً ایک لاکھ اسّی ہزار) روپے مقرر کیا ہے۔[2]

مسئلہ: کوئی شخص بلا عُذر یا عُذر کی وجہ سے روزے نہ رکھ پایا ہو تو بھی صاحبِ نصاب ہونے کی صورت میں اُس کا فطرانہ واجب ہے۔

کس کس کا واجب ہے؟ ہر صاحبِ نصاب پر اپنا اور اپنی نابالغ اولاد (جو مالکِ نصاب نہیں) کا صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔ عاقل بالغ اولاد اور بیوی اگر زیرِ کفالت ہوں تو ان کی طرف سے صدقۂ فطر کی ادائیگی کے لیے اُن سے اجازت لینا ضروری نہیں، ورنہ ضروری ہے۔

کب واجب ہے؟ نمازِ عید سے پہلے پہلے ادا کر دینا ضروری ہے۔ رمضان المبارک میں ادا کر دینا بھی جائز ہے اور اگر نمازِ عید تک ادا نہ کیا تب بھی معاف نہیں، بعد میں ادا کر دے۔

کتنا واجب ہے؟ آمدن اور مالی حیثیت کے مطابق تقریباً دو کلو گندم یا اُس کا آٹا یا قیمت،[3] یا چار کلو کھجور، کشمش، جَو یا اِن کی قیمت۔[4]

کسے دینا ہے؟ وہ صحیح العقیدہ مسلمان جو بنیادی ضروریاتِ زندگی اور قرض کے علاوہ 612.36 گرام چاندی یا اُس کی قیمت کے برابر نقدی یا سامان کا مالک نہ ہو اُسے فطرانہ دینا جائز ہے۔ دینی مدارس کے طلبہ کے لیے فطرانہ پیش کرنے میں دوہرا فائدہ ہے۔

---

[1] جن چیزوں کے بغیر زندگی گزارنا مشکل ہوتا ہے، جیسے رہائش کا گھر، استعمال کا لباس اور ضرورت کی سواری۔

[2] 27 مارچ 2025ء کو لاہور کے صرافہ بازار میں چاندی کا ریٹ 3,300 روپے فی تولہ تھا، اِس حساب سے نصاب تقریباً 173,000 ہزار روپے ہے۔

[3] موجودہ ریٹ کے مطابق دو کلو کی قیمت تقریباً 240 روپے ہے۔

[4] قیمتوں کی تفصیل جاننے کے لیے دار الافتاء جامعہ نظامیہ رضویہ سے جاری شدہ فتوی ملاحظہ کریں: https://drive.google.com/file/d/1kDO52X9TRbhbvI_kI6WGL2kIxFIQtcx3/view?usp=sharing

اللہ تعالیٰ امام الانبیا ﷺ کے صدقے میں اِس ماہِ پُرنور کو ہماری بخشش ومغفرت کا ذریعہ بنائے! ہمیشہ کے لیے اپنی رِضا سے نوازے اور ہمیں اخلاص، احسان مندی وشکر گزاری کی دَولت سے سرفراز فرمائے!

ربِّ کریم تمام اُمّتِ مسلمہ سے مصائب وآلام دُور فرمائے، مظلوموں کی غیبی تائید ونصرت فرمائے، خصوصًا اہلِ غزہ کو اِعانت سے نوازے، مجاہدینِ حمّاس کو سُرخرو فرمائے اور اہلِ غزّہ کو اُن کے وطن سے بے دخل کرنے کے خواہشمند امریکہ، اسرائیل اور اُن کے تمام اتحادیوں کو ذلیل ورسوا کرے!

مالکِ کریم پاکستان کو ہر طرح کے مصائب سے محفوظ رکھے اور حکمرانوں کو دین کا خیر خواہ اور عوام کا خدمت گزار بنائے!

آمین بجاہ النبیِّ الکریم ﷺ!

خوشخبری: احباب کے پُرزور اِصرار پر **خطباتِ نظامیّہ ویب سائٹ** تیار کر دی گئی ہے، اب آپ تلاش کی سہولت کے ساتھ اِس ویب سائٹ پر 1444ھ، 1445ھ اور 1446ھ کے تمام خطبات ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

ملاحظہ کرنے کے لیے لنک پر کلک کریں: https://khutbatenizamia.com/

نیز جامعہ نظامیہ رضویہ کے ترجمان ماہنامہ کی **مجلّہ النظامیّہ ویب سائٹ** بھی تیار ہے، یہاں آپ 2000ء سے 2025ء تک کے تمام شائع شدہ مجلات ملاحظہ کر سکتے ہیں۔

ملاحظہ کرنے کے لیے لنک پر کلک کریں: https://majallaalnizamia.vercel.app/